VERSES OF JIHAD IN SURAH AL-ANFAL IN LIGHT OF AL-EKLEEL FE ISTINBAT AL-TANZEEL - RESEARCH ANALYSIS

الاکلیل فی استنباط التنزیل کی روشنی میں سورۃ الانفال کے جہاد سے متعلق مخصوص مضامین کا ایک تحقیقی جائزہ

شبیر احمد عثمانی ریسرچ سکالر شعبہ علوم اسلامیہ بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ

عبدالعلی اچکزئی پروفیسر شعبہ اسلامیات بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ

ABSTRACT: *Abdul-Raḥmān ibn Abī Bakr ibn Muḥammad Jalāl al-Dīn Suyūṭī: 1445–1505 AD) Al-Suyuti was born on 3 October 1445 AD (1 Rajab 849 AH) in Cairo, Egypt. His mother was Circassian. And his father was of Persian origin. According to al-Suyuti his ancestors came from al-Khudayriyya in Baghdad. His family moved to Asyut in Mamluk Egypt, hence the nisba "Al-Suyuti". His father taught Shafi'i law at the Mosque and Khanqah of Shaykhuin Cairo, but died when al-Suyuti was 5 or 6 years old. Al-Suyuti died on 18 October 1505.His major works is 1.Tafsir al-Jalalayn (Arabic: Commentary of the Two Jalals'); a Qur'anic exegesis written by Al-Suyuti and his teacher Jalal al-Din al-Mahalli. 2. Al-Itqān fi 'Ulum Al-Qur'an (translated into English as The Perfect Guide to the Sciences of the Qur'an. 3. Al-Tibb al Nabawi (Arabic: Prophetic medicine') 4. Al-Jaami' al-Kabir (Arabic) 5. Al-Jaami' al-Saghir (Arabic) 6.Dur al-Manthur (Arabic) in tafsir 7. Alfiyyah al-Hadith 8.Tadrib al-Rawi (Arabic) both in hadith terminology 8. History of the Caliphs (Tarikh al-khulafa) The two parties met in combat at Badr on the seventeenth of Ramadan. When the two armies confronted each other and the Holy Prophet noticed that the Quraish army outnumbered the Muslims by three to one and was much better equipped, he raised his hands up in supplication and made this earnest prayer with great humility: "O Allah! Here are the Quraish proud of their war material: they have come to prove that Thy Messenger is false. O Allah! now send that success that Thou hast promised to give me. O Allah! If this little army of Thy servants is destroyed, then there will be left none in the land to worship Thee." Instead of gloating over the victory, the moral weaknesses that had come to the surface in that expedition have been pointed out so that the Muslims should try their best to reform themselves. It has been impressed upon them that the victory was due to the success of Allah rather -than to their own valor and bravery so that the Muslims should learn to rely on Him and obey Allah and His Messenger alone. The moral lesson of the conflict between the Truth and falsehood has been enunciated and the qualities which lead to success in a conflict have been explained. In this Article I tried my best to analyses his tafseer alkalil fi asnbat altanzeel particular topics about surah e anfal .*

Keywords: *Surah Al-Anfal, Verses of Jihad, Al-Ekleel fe Istinbat al-Tanzeel.*

تعارف مؤلف: علماء کی درس وتدریس کی زینت پانچ سوسے زائد چھوٹی بڑی کتابوں کے مصنف علم کی جہاں کا آفتاب ومہتاب جلال الملت والدین علامہ جلال الدین سیوطیؒ معروف ومشہور شخصیت کے مالک ہے آپ کی حیات جاوداں کے بارے میں تاریخ

تفسیر والمفسرین کے مولف غلام احمد حریری مرحوم تحریر فرماہیں: ''نام نامی جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمان بن ابی بکر سیوطی ہے، آپ شافعی المسلک تھے ماہ رجب 849 ہجری کو پیدا ہوئے ابھی پانچ برس سات ماہ کے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا والد نے آپ کو چند لوگوں کی تحویل میں دے دیا تھا جن میں کمال بن ہمام کا نام قابل ذکر ہے۔آپ نے ان کی حفاظت و تربیت کا حق ادا کر دیا۔آٹھ سال کی عمر میں قران کریم اور بہت سی متون زبانی یاد کر لیں۔آپ کے تلمیذ علامہ داؤدی کا بیان ہے کہ علامہ سیوطی کے شیوخ و اساتذہ کی تعداد اکاون ہیں۔آپ پانچ سو سے زائد کتب کے مصنف و مؤلف ہے ،امام سیوطی سرعت تصنیف میں عدیم النظیر تھیں۔داؤدی کہتے ہے کہ میرا چشم دیدہ واقعہ ہے کہ استاد گرامی ایک دن میں تین بڑے اجزاء تحریر کر لیا کرتے تھے سیوطی علم حدیث اور اس کے متعلقہ فنون متون اور اسانید کے رواۃ و رجال اور استنباط احکام میں یکتائے روزگار تھے وہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں۔اور اگر کچھ اور حدیثیں ملتے تو میں انہیں بھی یاد کر لیتا جب چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو دنیوی علائق ست علیحدہ ہو کر اپنے آپ کو ذکر و عبادت کے لئے وقف کر دیا فتوی اور تدریس تک ترک کر دی۔روضۃ المقیاس میں سکون پزیر ہوئے اور وفات تک وہی رہے آپ کے بہت سے مناقب و کرامات ہیں آپ نے بہت عمدہ اشعار بھی کہے ہیں۔جو علمی فوائد اور شرعی احکام سے متعلق ہیں۔ آپ نے 19 جمادی الاولی 911ھ شب جمعہ کو وفات پائی۔''1

جلال الدین سیوطی حیرت انگیز قوت حافظہ کے مالک تھے۔آپ نے آٹھ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔اس کے بعد عمدة الاحكام للنووی، منهاج: لابن مالک، اور الفية: للبیضاوی حفظ کر لیں۔آپ نے مصر کے نامور اساتذہ سے تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان، طب وغیرہ علوم کی تعلیم حاصل کی۔ ۸۶۹ھ میں سیوطی فریضہ حج ادا کرنے کے لیے گئے اور وہاں کے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔سفر حج کے دوران میں انھوں نے" النحلة الزكية في الرحلة المكية: اور" النفحة المسكيةوالتحفة المكية"تصنیف کیں۔2اس کے بعد ۸۷۰ھ کے اوائل میں قاہرہ واپس آئے اور اپنے والد کے مدرسہ شیخونیہ میں مدرس ہو گئے۔۸۹۱ھ میں آپ کو معروف مدرسہ البیبرسیہ میں بھیج دیا گیا۔لیکن بعض وجوہات کی بنا پر آپ کو ۹۰۶ھ میں اس منصب سے الگ کر دیا گیا۔کچھ عرصہ کے بعد آپ کے جانشین مدرس کی وفات کے بعد آپ کو دوبارہ اسی عہدے کی پیش کش کی گئی جسے آپ نے قبول نہ کیا اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی۔آپ نے ۱۸ جمادی الاولی ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔3

علامہ سیوطی کثیر التالیف علماء میں سے تھے، اپنی نادر روزگار 500 سے زائد تصنیفات کا گراں قدر مجموعہ اپنے پیچھے چھوڑا جن کی فہرستیں مختلف لوگوں نے ترتیب دی ہیں، ڈاکٹر محمود احمد غازی اپنے محاضرات قرآنی میں فرماتے ہیں: "علامہ جلال سیوطی مشہور مفسر محدث اور فقیہ بلکہ ہر فن کا مولا ہے۔جن کی کم و بیش پانچ سو کتابیں موجود ہیں۔"4 مولوی عبدالحلیم چشتی نے فوائد جامعہ بر

عجالہ نافعۃ، میں 506 کتب کی فہرست ترتیب دی۔5 اسماعیل پاشا بغدادی نے آپ کی تصانیف کی ایک فہرست ترتیب دی ہے۔ جبکہ آپ کے ہم عصر علماء میں سے کسی ایک کی بھی تصانیف کی تعداد اس قدر نہیں ہے۔6

تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل کا ایک مختصر جائزہ:

قرآن مجید بے شمار علوم وفنون کا خزینہ ہے۔اس کے متعدد مضامین میں سے ایک اہم ترین مضمون اس کے احکام ہیں جو پورے قرآن مجید میں جابجا موجود ہیں۔ احکام القرآن پر مبنی آیات کی تعداد پانچ سو یا اس کے لگ بھگ ہے۔ لیکن مفسرین کرام نے جہاں پورے قرآن کی تفاسیر لکھی ہیں، وہی احکام پر مبنی آیات کو جمع کر کے الگ سے احکام القرآن پر مشتمل فقہی تفسیری مجموعے بھی مرتب کئے ہیں۔ احکام القرآن پر مشتمل کتب میں قرآن مجید کی صرف انہی آیات کی تفسیر کی جاتی ہے جو اپنے اندر کوئی شرعی حکم لئے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ قصص، اخبار وغیرہ پر مبنی آیات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ علامہ سیوطی کی تفسیر "الاکلیل فی استنباط التنزیل" بھی اسی انداز کی لکھی گئی ایک منفرد تفسیر ہے، جس میں علامہ سیوطی نے پورے قرآن میں موجود احکام پر مبنی آیات کی تفسیر قلم بند کی ہے۔

احکام القرآن پر قرون اولی سے لے کر آج تک بہت ہی عمدہ اور اعلی پیرایہ میں تفاسیر لکھی جا چکی ہیں، مگر علامہ سیوطیؒ کی تفسیر ''الاکلیل فی استنباط التنزیل'' کئی حیثیتوں سے ممتاز ہے، اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مختصر واحسن انداز اور بہترین پیرایے میں ان احکام کا استقصاء کیاہے۔

احکام القرآن پر علامہ سیوطی کا مرتب کردہ مجموعہ'' الاکلیل فی استنباط التنزیل'' مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت مفید مجموعہ ہے، اس فقہی تفسیر میں علامہ سیوطی نے فقہی احکام ومسائل کی بہت مختصر، آسان اور سہل انداز میں تشریح فرمائی ہے۔اس تفسیر میں علامہ سیوطی نے عموماً شافعی مسلک کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہی احکام کا استنباط کیا ہے مگر باین ہمہ وقتاً فوقتاً دوسرے مشہور فقہی مسالک کا بھی تذکرہ کرتے ہے۔ ایک جید فقہی عالم اور مفتی کے لئے یہ تفسیر اہم فقہی ماخذ ہے جو دوسرے بہت ساری فقہی تفاسیر سے مستغنی کرنے والی ہے، علامہ عبدالقادر الکاتب اس تفسیر کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''علامہ جلال الدین سیوطی کی یہ تفسیر اس بلند وبرتر ہے مجھ جیسا عاجز اس کی تعریف کرے، یہ تفسیر روز اوّل سے علماء اور فقہاء کے استنباطات کا مرجع ہے۔ اگر لوگوں کی طبائع جامدہ کا خیال نہ ہوتا تو علماء ہر وقت اس کی طرح طرح کی خدمات کرتے رہتے، اور لوگوں کے لئے اسے سہل بناتے۔''7

سورۃ الانفال کے جہاد سے متعلق مخصوص مضامین کا جائزہ:

مذکورہ آرٹیکل میں جہاد سے متعلق متعدد مضامین مثلاً: جہاد سے فرار، مال غنیمت کے احکام واقسام اور جہاد میں قید ہونے والے قیدیوں کا حکم وغیرہ کا جائزہ لیا جائیگا۔

1۔ جہاد سے فرار:

میدان جنگ سے بھاگنا کیسا ہے ؟اس کے کیا احکام ہے ؟ کب بھاگنا جائز اور کب ناجائز ہے ؟ یہ اور اس جیسے تمام سوالات کے جوابات علماء کرام نے سورۃ الانفال کے آیت نمبر ۱۵،۱۶ میں دئے ہیں، چنانچہ اس حوالے سے اللہ تعالی کا ارشاد گرامی قدر ہے: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ"8 "اے اہل ایمان! جب میدان جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرنا۔"

میدان جنگ سے بھاگنے کے بارے میں اس آیت کے تشریح میں علامہ سیوطیؒ الاکلیل فی استنباط التنزیل میں کچھ یوں رقمطراز ہے: إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا} الآية.فيها تحريم الفرار من الزحف وأنه من الكبائر إلا من ولى متحرفاً لقتال بأن يريهم الفرة وهو يريد الكرة أو متحيزاً إلى جماعة يستنجد بها وذهب قوم إلى أن الفرار من الزحف غير محرم، وقالوا: الآية خاصة بيوم بدر لقوله: {يَوْمَئِذٍ}"9

"اللہ تعالی کا قول: "إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا" اس آیت میں جنگ سے بھاگنے کی حرمت ہے، اور یہ کہ جنگ سے بھاگنا بڑے گناہوں میں سے ہے، البتہ اگر کوئی اس لئے بھاگتا ہے کہ بظاہر (دشمن کو) دکھاتا ہے کہ میں تو بھاگ رہا ہوں جبکہ وہ واپس دوبارہ حملہ کا ارادہ رکھتا ہو یا ٹھکانہ پکڑتا ہو ایک ایسی جماعت کے ساتھ جو اسے دشمن سے نجات دے، تو پھر جائز ہے، جبکہ علماء کی ایک جماعت نے اسے مطلقا جائز قرار دیا ہے، اس آیت کے بارے میں وہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ خاص ہے جنگ بدر کے ساتھ، انہوں نے اس آیت میں لفظ ''یومئذ'' سے استدلال کیا ہے۔''

سورۃ الانفال کے اس آیت کے تحت علامہ سیوطیؒ کی تفسیر اور تشریح سے معلوم ہوا کہ جنگ سے بھاگنے والے مجاہدین کے حکم کے بارے میں دو مذاہب ہیں، پہلا مذہب ان حضرات کا ہے جو فرماتے ہیں کہ جنگ سے بھاگنا حرام و ناجائز ہے جبکہ ان کے مقابلے میں دوسرا مذہب ان حضرات کا ہیں جو کہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ مخصوص ہے جنگ بدر کے ساتھ، غزوہ بدر کے علاوہ دیگر جنگوں سے بھاگنا کوئی جرم نہیں ہے، جو لوگ کہتے ہے کہ جنگ سے بھاگنا جرم ہیں ان کا فرمان ہیں کہ جب دشمن سامنے ہو یا مسلمانوں پر جنگ مسلط کردی جائے تو اس صورت میں پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی بجائے جان پر کھیل جانا چاہیے، جو مجاہد دشمن کے مقابلے میں پیٹھ پھیر کر بھاگے گا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ لوٹے گا اگر وہ اسی حالت میں مر جائے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا کیونکہ اس نے اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کے مفاد پر اپنے آپ اور اپنے مفاد کو ترجیح دی، البتہ جنگی حکمت عملی کے تحت مورچہ چھوڑنا یا ایک محاذ کے بجائے اپنے کمانڈر کے حکم پر دوسرے محاذ پر جانا یا دشمن پر حملہ آور ہونے کے لیے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ملنے کی خاطر پیچھے پلٹتا ہے تو اس میں کوئی

جرم نہیں کیونکہ حالت جنگ میں یہ تبدیلی ناگزیر ہوتی ہے، حالت جنگ میں بھاگنا اس لیے سنگین جرم ہے کہ ایک شخص کے بھاگنے سے دوسرے ساتھیوں کے حوصلے پست ہوتے ہیں۔ اس طرح بھاگنا مسلمان کی غیرت کے منافی ہے، جنگ سے فرار موت کے ڈر سے ہوتا ہے۔ جبکہ موت کی جگہ اور وقت مقرر ہے لہٰذا بھاگنا بزدلی کے سوا کچھ نہیں ہے، احادیث میں جنگ سے بھاگنے کو بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے، امام بخاریؒ اس حوالے سے ایک حدیث روایت کرتے ہوئے رقمطراز ہے: "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ"10

"حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ کرام نے استفسار کیا۔ اے اللہ کے رسول! وہ کون سی ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، کسی کو ناجائز قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال ہڑپ کرنا، لڑائی کے دن میدان سے بھاگنا، معصوم اور بے گناہ عورتوں پر الزام لگانا"

علماء کرام اور فقہاء عظام نے یہ بھی شرط لکھی ہے کہ مسلمانوں کی تعداد دشمنوں کے مقابلے میں کم نہ ہو، اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنے شہرہ آفاق تفسیر میں اس شرط کے بارے میں اس طرح رقمطراز ہیں: " اکثر اہل علم کے نزدیک میدان جنگ سے مقابلہ کے وقت بھاگنا گناہ کبیرہ ہے، چاروں اماموں کا قول یہی ہے مگر سب کے نزدیک یہ شرط ہے کہ مسلمانوں کی تعداد دشمنوں کے مقابلہ میں نصف سے کم نہ ہو ' اگر نصف سے کم ہو تو دشمنوں کو چھوڑ کر بھاگنا جائز ہے۔"11

لڑائی سے بھاگنے کی مذکورہ شرط ضیاء القرآن میں پیر کرم شاہ صاحب نے بھی بیان فرمائی ہے: "لیکن یہ گناہ کبیرہ اس وقت تک ہے جبکہ دشمنوں کی تعداد دوگنا سے زائد نہ ہو۔ اگر اس سے زیادہ ہو تو پھر بھی ثابت قدم رہنا اور صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہنا ہی افضل ہے۔ جیسے جنگ موتہ میں اہل اسلام کی تعداد صرف تین ہزار تھی اور ان کے مقابل قیصر کی فوج دو لاکھ تھی، لیکن غلامان مصطفی نے پرچم اسلام کو سرنگوں نہ ہونے دیا، فاتح اندلس طارق رحمۃ اللہ علیہ صرف سترہ سو جانبازوں کے ساتھ راڈرک شاہ اندلس کے ستر ہزار شہسواروں سے ٹکرایا اور ان کو کچل کر رکھ دیا۔"12

ان علماء کرام کے برعکس علماء وفقہاء کا دوسرا طبقہ رائے رکھتا ہے کہ لڑائی سے بھاگنا کوئی جرم نہیں ہیں یہ مذکورہ آیت کریمہ خاص ہے غزوہ بدر کے ساتھ، علامہ طبریؒ ان حضرات کے مذہب کو بیان فرماتے ہیں: "فقال قوم: هو لأهل بدر خاصة، لأنه لم يكن لهم أن يتركوا رسول الله صلى الله عليه وسلم مع عدوه وينهزموا عنه، فأما اليومَ فلهم الانهزام.ذكر من قال ذلك:حدثنا محمد بن المثنى قال، حدثنا عبد الأعلى قال، حدثنا داود، عن أبي نضرة في قول الله عز وجل: (ومن يولهم يومئذ دبره) ، قال: ذاك يوم بدر،ولم يكن لهم أن ينحازوا"13

"کچھ علماء نے کہاکہ یہ بدر کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں تھاکہ آپ ﷺ کو دشمنوں کے ساتھ چھوڑ کر اور خود بھاگ جائے، اور جہاں تک بات ہے آج کل کا تو آج کل بھاگ جانا جائز ہے، داود نے ابی نضرہ سے اللہ کے ارشاد: (ومن یولھم یومئذ دبرہ) کے بارے میں نقل کیا ہے کہ اس کا تعلق یوم بدر سے ہے، اس دن ان کے لئے جائز نہیں تھا کہ وہ بھاگ جائے۔"

اسی مذہب کو تفسیر مظہری میں کچھ زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، چنانچہ صحابہ میں ابو سعید خدریؓ اور تابعین میں حسن بصریؒ، ضحاک، قتادہ اور دیگر حضرات کی طرف منسوب ہے کہ: ''حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا: مقابلہ سے روگرداں ہونے کی ممانعت صرف اہل بدر کے ساتھ مخصوص تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے 'انہی کیلئے بھاگنا ناجائز تھا۔ اگر بھاگتے تو کہاں جاتے 'مشرکوں کی ہی طرف لوٹ کر جانا پڑتا۔ بدر کے بعد تو (ہر لڑائی میں) مسلمان باہم ایک دوسرے کیلئے پناہ کا مقام تھے ' بھاگنے والا لوٹ کر بھی مسلمان کی طرف سمٹ کر آئے گا 'اسلئے بدر کے بعد قتال سے فرار گناہ کبیرہ نہیں۔ حسن 'قتادہ اور ضحاک کا بھی یہی مسلک ہے۔ یزید بن ابی حبیب نے کہا: بدر کے دن فرار ہونے والے کیلئے تو اللہ نے دوزخی ہونے کی صراحت فرمادی لیکن اس کے بعد احد کے بعد جو لوگ میدان قتال سے روگرداں ہوئے ان کے متعلق فرمایا: اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا و وَلَقَدْ عَفَى اللهُ عَنْهُمْ۔ پھر حنین کے دن فرار ہونے والوں کے متعلق فرمایا: ثُمَّ يَتُوْبُ اللهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ۔" 14

اس تفصیل کو نقل فرمانے کے بعد قاضی ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ دوسرا مذہب اجماع امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل رد ہے، اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے میں اس کو قابل اتباع نہیں سمجھتا۔ ''یہ قول اجماع امت کے خلاف ہے اور احد و حنین میں بھاگنے والوں کے متعلق جو آیات مذکور ہیں 'وہ تو ان لڑائیوں میں بھاگنے والوں کو گناہگار قرار دے رہی ہیں 'اوّل جگہ صراحت ہے کہ بھاگنے والوں ہی کی بعض نازیبا حرکتوں کی وجہ سے شیطان نے ان کے قدم ڈگمگا دیئے اور اللہ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ دوسری آیت میں ہے: تم منہ پھیر کر بھاگے 'پھر اللہ جس کی توبہ چاہے گا قبول فرمالے گا، ظاہر ہے کہ معافی اور قبول توبہ بغیر ارتکاب گناہ کے کوئی معنی نہیں رکھتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہلاکت آفریں چیزوں میں قتال سے بھاگنے کا شمار کیا ہے۔ بخاری و مسلم نے صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے اور اصحاب سنن نے حضرت صفوان بن عسال کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ سورۃ النساء کی آیت اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ کی تفسیر میں ہم نے کبائر کی تشریح کر دی ہے 'لہٰذا مندرجۂ ذیل آیت کی وعید عام ہے (صرف اہل بدر کی خصوصیت نہیں)۔'' 15

خلاصہ کلام یہ کہ جنگ سے فرار ہونے والے جماعت کے بارے میں علماء مفسرین اور فقہاء کرام کے دو مذاہب ہیں ان میں ابو سعید خدریؓ، حسن بصریؒ، ضحاک، قتادہ وغیرہ کا ہے انہوں نے آیت مذکورہ کو جنگ بدر کے ساتھ مخصوص قرار دیکر بھاگنا جائز قرار دیا

جبکہ دوسرا مذہب جمہور فقہاء کرام اور علماء کا ہے جن میں آئمہ اربعہ سر فہرست ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں مومنین کو ثبات وقرار کا حکم ہے یعنی مسلمانوں پر میدان جہاد میں ثابت قدم رہنا واجب ہے اور مقابلہ کفار سے فرار حرام ہے بجز دو صورتوں کے یا تو یہ کہ پسپائی سے کافروں کو دھوکہ دینا مقصود ہو تاکہ دشمن غافل ہو جائے پھر پلٹ کر دفعتہ اس پر حملہ کرے ظاہر میں بھاگنا ہو مگر در حقیقت مقصود حیلہ اور داؤ ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ مقصود اصلی بھاگنا نہ ہو بلکہ بے سروسامانی کی وجہ سے اپنی مرکزی جامعت میں پناہ لینا ہو تاکہ ان کے ساتھ مل کر دشمنوں سے جہاد و قتل کرتے تو ایسی پسپائی گناہ نہیں ہاں جبکہ پسپائی محض لڑائی سے جان بچا کر بھاگنے کی نیت سے ہو تو وہ گناہ ہے۔

2۔مال غنیمت کے اقسام واحکام: جنگ سے بھاگنے کے احکام بیان کرنے کے بعد علامہ سیوطیؒ نے ایک اہم مسئلہ مال غنیمت کے اقسام اور اس کے تقسیم کے احکام بیان فرمائے ہیں چنانچہ سورہ الانفال میں ہے: "وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ"16 "اور جان رکھو کہ جو چیز تم (کفار سے) لوٹ کر لاؤ اس میں سے پانچواں حصہ خدا کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔"

علامہ سیوطیؒ الاکلیل فی الاستنباط التنزیل میں اس آیت کی تفسیر و تشریح فرماتے ہوئے بہت ہی عمدہ انداز میں تحریر فرماتے ہیں: "قوله تعالى: {وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ} الآية.فيها ذكر الغنيمة وأنه يجب قسمتها أخماسا،أربعة منها للغانمين، والخمس الباقي يقسم خمسة أسهم لرسول الله صلى الله عليه وسلم سهم ولذي القربى سهم ولليتامى سهم وللمساكين سهم ولابن السبيل سهم، وفيها أن أداء الخمس من شعب الإيمان لقوله: {إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ}17" اللہ تعالی کا قول: {وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ}اس میں مال غنیمت کا تذکرہ ہے اور یہ کہ اس کے تقسیم کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ اسے پانچ حصے کر دیا جائیگا چار حصے مجاہدین کو دئے جائینگے اور باقی ایک کو پانچ حصے کر کے ایک حصہ رسول اللہ کا ایک آپ ﷺ کے رشتہ داروں (بنی ہاشم اور بنی مطلب) کا ایک یتامی کا ایک مساکین کا اور آخری ایک حصہ مسافروں کو دیا جائیگا، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خمس کی ادائیگی شعب الایمان میں سے ہیں، کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے {إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ}" اس آیت کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے مال غنیمت کی تقسیم اور اس کی اقسام واحکام ذکر فرمائے ہیں مگر اس بحث کو سمجھنے سے پہلے ایک بات سمجھنا ضروری ہے وہ یہ کہ کافروں سے حاصل ہونے والا مال دو قسم پر ہیں:

1. مال غنیمت: مال "غنیمت "اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے جنگ لڑنے کے بعد ہاتھ آئے۔18 عمیم الاحسان صاحب نے بھی التعریفات الفقھیہ میں یہی تعریف ذکر فرمائی ہے: "أما المأخوذ بقتال فيسمى غنيمة" 19

2. مال فیئ: امام راغب اصفہانیؒ مفردات القرآن میں مال فئی کے متعلق لکھتے ہیں: "فے "اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ کے حاصل ہو، جیسے وہ مال جو مسلمانوں اور کافروں کے درمیان مصالحت کے نتیجہ میں حاصل ہو، یا کوئی ذمی مال چھوڑ کر مر

جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو اور وہ مال جو جزیہ اور خراج کے طور پر حاصل ہو۔"20 اسی بات کو محمد بن علی تھانوی حنفیؒ نے بھی مختصر الفاظ میں یوں بیان فرمائی ہے: "الفيء هو المال المأخوذ من الكفار بغير قتال كالخراج والجزية."21

التعریفات الفقھیہ میں محمد عمیم الاحسان صاحب بھی مال فئی کی وہ تعریف نقل فرماتے ہیں جو امام راغب اصفہانی اور محمد بن علی تھانو حنفی نے نقل فرمائی ہے: "الفيء:هو المال المأخوذ من الكفار بغير قتال، كالخراج والجزية"22

چونکہ اس مقام پر مذکورہ آیات کا تعلق مال فئی کے بجائے مال غنیمت سے ہیں لہذا ہم مال غنیمت کا ہی کچھ روداد بیان کرینگے۔

اس آیت کریمہ کے مطابق مال غنیمت کے پانچ حصے کیے جائین گے، ایک حصہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے اور آیت میں مذکور لوگوں کے لیے ہوگا، جبکہ باقی چار حصے جنگ میں شریک ہونے والوں پر عدل وانصاف کے ساتھ تقسیم کر دیے جائیں گے، پیدل مجاہد کے لیے ایک حصہ اور گھڑ سوار کے لیے دو حصے، ایک حصہ اس کے لیے اور دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے ہونگیں، احکام القرآن کے مشہور مفسر علامہ ابو بکر جصاص حنفیؒ لکھتے ہیں: ''کفار سے قتال کے ذریعے جو مال واسباب حاصل کیا جاتا ہے غنیمت کا لفظ اس کے لئے اہم ہے، اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہوتا ہے اور باقی چار حصے مال غنیمت حاصل کرنے والوں کے لئے ہوتے ہیں۔'' 23

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس بحث کا بہت ہی اچھوتے انداز میں خلاصہ ذکر فرمایا ہے: ''جو مال غنیمت کافروں سے لڑ کر ہاتھ آئے اس میں پانچواں حصہ خدا کی نیاز ہے، جسے خدا کی نیابت کے طور پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام وصول کر کے پانچ جگہ خرچ کر سکتے ہیں۔ اپنی ذات پر اپنے ان قرابت داروں (بنی ہاشم وبنی المطلب) پر جنہوں نے قدیم سے خدا کے کام میں آپ کی نصرت وامداد کی اور اسلام کی خاطر یا محض قرابت کی وجہ سے آپ کا ساتھ دیا اور مدز کوٰۃ وغیرہ سے لینا ان کے لیے حرام ہوا۔ یتیموں پر، حاجت مند مسلمانوں پر، مسافروں پر۔ پھر غنیمت میں جو چار حصے باقی رہے، وہ لشکر پر تقسیم کئے جائیں۔ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خمس کے پانچ مصارف میں سے "حنفیہ" کے نزدیک صرف تین اخیر کے باقی رہ گئے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا خرچ نہیں رہا اور نہ اہل قرابت کا وہ حصّہ رہا جو ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت قدیمہ کی بناء پر ملتا تھا البتہ مساکین اور حاجت مندوں کا جو حصہ ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار مساکین اور اہل حاجت کو مقدم رکھا جانا چاہیے۔'' 24

یہاں ایک بات یہ بھی محل نظر رہے کہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ شہسوار کو دو حصے دئے جائینگے جبکہ پیدل والے مجاہد کو ایک حصہ دیا جائیگا، اس کے برخلاف صاحبین اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شہسوار کو تین حصے اور پیدل مجاہد کو ایک حصہ

دیا جائیگا، فقہ حنفی کی مشہور متن قدوری میں یہ مسئلہ اس طرح مذکور ہے: "يقسم أربعة أخماسها بين الغانمين للفارس سهمان وللراجل سهم عند أبي حنيفة وقالا: للفارس ثلاثة أسهم"25 یہی بات علامہ مرغنانیؒ ہدایہ میں بھی بالکل اسی طرح تحریر فرماتے ہیں چنانچہ حضرت کچھ یوں رقمطراز ہے: "يقسم الأربعة الأخماس بين الغانمين " لأنه عليه الصلاة والسلام قسمها بين الغانمين " ثم للفارس سهمان وللراجل سهم " عند أبي حنيفة رحمه الله " وقالا للفارس ثلاثة أسهم " وهو قول الشافعي رحمه الله"26

اب رہی دوسری بات کہ باقی جو خمس رہ گیا اس کی تقسیم کا کیا طریقہ کار ہوگا تو اس حوالے سے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات تو محقق ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور اس کے رشتہ دار تو فوت ہوگئے باقی رہے تین اصناف یعنی یتامی، مساکین اور مسافر تو ان تین اصناف کے درمیان باقی ماندہ خمس کو تقسیم کیا جائیگا، قدوری میں مرقوم ہے: "وأما الخمس فيقسم على ثلاثة أسهم: سهم لليتامى وسهم للمساكين وسهم لأبناء السبيل۔۔ وسهم النبي صلى الله عليه وسلم سقط بموته كما سقط الصفي وسهم ذوي القربى كانوا يستحقونه في زمن النبي ﷺ"27 "جہاں تک بات ہے باقی خمس کا تو اس کو تین حصے کر کے ایک یتیموں کا ایک مساکین کا اور ایک مسافروں کا ہوگا، نبی کریم ﷺ اور اس کے رشتہ دار جس طرح کہ وہ نبی ﷺ کے زمانے میں مستحق ہوا کرتے تھے، چونکہ وہ فوت ہو چکے ہیں لہذا ان کا حصہ ساقط ہو جائیگا۔" اس پورے بحث کا لُب لُباب یہ ہوا کہ مال غنیمت کے کل پانچ حصے کیے جائیں گے، ایک حصہ یتامی، مساکین اور مسافروں کا ہوگا، جبکہ باقی چار حصے جنگ میں شریک ہونے والوں پر عدل وانصاف کے ساتھ تقسیم کر دیے جائیں گے، پیدل مجاہد کے لیے ایک حصہ اور گھڑ سوار کے لیے دو حصے، ایک حصہ اس کے لیے اور دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے ہونگیں۔

3۔ جہاد میں قید ہونے والے قیدیوں کا حکم: جہاد سے متعلق ایک ضروری امر جو ہر جنگ میں سامنے آتا رہتا ہے وہ قیدیوں کا مسئلہ ہے اسلام میں قیدیوں کا معاملہ سب سے پہلے جنگ بدر میں سامنے آیا جس پر اللہ تعالی نے مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی سورہ الانفال میں اس حوالے سے ارشاد باری تعالی ہے: "فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ"28 "اگر تم انکو لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی سزا دو کہ جو لوگ ان کے پس پشت ہوں وہ انکو دیکھ کر بھاگ جائیں۔ عجب نہیں کہ انکو (اس سے) عبرت ہو۔"

اس آیت کی تفسیر علامہ سیوطیؒ نے اپنے مخصوص انداز میں بیان کرتے ہوئے قیدیوں کے احکام کے بارے میں اس طرح لکھا ہے: "قوله تعالى: {فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ}الآية. استدل به من قال بقتل الأسرى وأنه لا يجوز إبقاؤهم، وقال إنه ناسخ لقوله: {فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً}وقيل أنه منسوخ به"29 "اللہ تعالی کا قول: {فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ}الآیۃ. اس آیت سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ جنگی قیدیوں کو قتل کر دیا جائیگا اور ان کو زندہ رکھنا جائز نہیں ہے، اور یہ آیت ناسخ ہے {فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً} کے لئے جبکہ ان کے برعکس دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ اس کو {فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً} کو اوپر والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔"

اس آیت کریمہ کے تحت علامہ سیوطیؒ نے جنگی قیدیوں کا مسئلہ بیان فرمایا ہے مگر اس سے پہلے کہ ہم جنگی قیدیوں کا حکم بیان کرے ضروری ہے کہ اس آیت کا شان نزول بھی بیان کیا جائے تاکہ اصل مضمون سمجھے میں آسانی ہو، شان نزول کی روداد یہ ہے کہ جب بدر کا معرکہ پیش آیا اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قیدیوں کا فدیہ قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے درج بالا آیت لمسکم فیما اخذ تم نازل فرمائی جس میں فدیہ لینے پر زجر فرمائی، جامع الترمذی میں اس اجمال کی تفصیل کچھ یوں بیان فرمائی گئی ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ:لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ وَجِيءَ بِالأُسَارَى قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا تَقُولُونَ فِي هَؤُلاَءِ الأَسَارَى فَذَكَرَ فِي الحَدِيثِ قِصَّةً، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ يَنْفَلِتَنَّ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلاَّ بِفِدَاءٍ أَوْ ضَرْبِ عُنُقٍ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِلاَّ سُهَيْلَ ابْنَ بَيْضَاءَ فَإِنِّي قَدْ سَمِعْتُهُ يَذْكُرُ الإِسْلاَمَ قَالَ: فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَمَا رَأَيْتُنِي فِي يَوْمٍ أَخْوَفَ أَنْ تَقَعَ عَلَيَّ حِجَارَةٌ مِنَ السَّمَاءِ مِنِّي فِي ذَلِكَ اليَوْمِ، حَتَّى قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِلاَّ سُهَيْلَ ابْنَ البَيْضَاءِ،قَالَ: وَنَزَلَ القُرْآنُ بِقَوْلِ عُمَرَ: {مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الأَرْضِ} إِلَى آخِرِ الآيَاتِ."30

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے موقع پر قیدیوں کو لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ تم لوگوں کی ان کے متعلق کیا رائے ہے؟ پھر اس حدیث میں طویل قصہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی بھی فدیہ دیئے بغیر یا گردن دیئے بغیر نہیں چھوٹ سکے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا یا رسول اللہ! سہیل بن بیضاء کے علاوہ کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ وہ اسلام کو یاد کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود کو اس دن سے زیادہ کسی دن خوف میں مبتلا نہیں دیکھا کہ خواہ مجھ پر آسمان سے پتھر برسنے لگیں۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سہیل بن بیضاء کے علاوہ پھر حضرت عمر (رض) کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوا (مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَه اَسْرٰي حَتّٰي يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ)31 "نبی کو نہیں چاہئے کہ اپنے ہاں رکھے قیدیوں کو جب تک خونریزی نہ کر لے ملک میں تم چاہتے ہو اسباب دنیا اور اللہ کے ہاں چاہئے آخرت اور اللہ زور آور ہے حکمت والا ہے۔"

اب دوسری بات یہ ہے کہ کیا یہ مذکورہ حکم منسوخ ہو چکی ہے یا تا حال باقی ہے یعنی جنگی قیدیوں سے فدیہ لینا جائز ہے کہ نہیں اس حوالے سے قاضی ثناء اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں: "علماء کا بالاتفاق فیصلہ ہے کہ امام المسلمین کا قیدیوں کو قتل کر دینے کا اختیار ہے۔ یہ آیت اسی مضمون پر دلالت کر رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کو قتل کرا دیا تھا اور نضر بن حارث ' طعیمہ بن عدی اور عقبہ بن ابی معیط کو بھی گرفتاری کے بعد قتل کرا دیا تھا۔ قیدیوں کو چھوڑ کر بلا معاوضہ دارالحرب میں بھیج دینا ' یا تاوان لے کر دارالحرب بھیج دینا ' یا مسلمان قیدیوں سے تبادلہ کر لینا ' یا ذمی بنا کر دارالاسلام میں آزادی کے ساتھ رکھنا ' یہ سب شقیں اِمَّا مَنًّا

بَعۡدُ وَاِمَّا فِدَآءً کی ہیں اور علماء کا ان مسائل میں اختلاف ہے۔امام مالک ،امام شافعی ،امام احمد ،سفیان ثوری ،اسحاق (بن راہویہ) حسن اور عطا کا قول ہے کہ (مفت) چھوڑ دینا ،یا فدیہ لے کر رہا کرنا ،یا قیدیوں سے تبادلہ کرنا ،سب صورتیں جائز ہیں۔امام ابو حنیفہ ،امام ابو یوسف ،امام محمد اوزاعی ،قتادہ اور ضحاک قائل ہیں کہ مفت احسان رکھ کر چھوڑنا ناجائز ہے۔مالی معاوضہ لے کر رہا کرنے کے متعلق امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ بھی ناجائز ہے لیکن سیر کبیر میں ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں جب کہ مسلمانوں کو مال کی ضرورت ہو۔اسی طرح امام ابو حنیفہ کے نزدیک قیدیوں کا تبادلہ بھی ایک روایت کی رو سے ناجائز ہے۔صاحب قدوری و ہدایہ نے یہی قول نقل کیا ہے لیکن قوی ترین روایت یہ ہے کہ تبادلہ جائز ہے۔صاحبین کا بھی قول یہی ہے۔"32

علامہ ابو بکر جصاصؒ اس مسئلے کے بارے میں اختصار کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں: "اصحاب سیر اور غزوات کے راویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کے بعد ان سے فدیہ لیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی فدیہ دیئے بغیر جانے نہ پائے یا اس کی گردن اتار دی جائے۔یہ بات اس کی موجب ہے کہ قیدیوں کو پکڑنے اور ان سے فدیہ وصول کرنے کی ممانعت، جس کا ذکر اس آیت (ماکان لنبی ان یکون لہ اسری) میں ہوا ہے اس قول باری (لولا کتب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب الیم) کی بناء پر منسوخ ہو چکی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فدیہ لیا تھا۔"33

اب اگر یہ کہا جائے کہ اس حکم کا منسوخ ہونا کس طرح درست ہو سکتا ہے جب کہ اسی حکم کی خلاف ورزی پر اللہ کی طرف سے ناراضی کا اظہار ہوا تھا۔ایک ہی چیز میں اباحت اور ممانعت دونوں کا وقوع ممتنع ہے،اس سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابو بکر جصاصؒ لکھتے ہیں: "اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ غنائم لینے اور قیدیوں کو پکڑنے کا عمل بنیادی طور پر اس وقت وقوع پذیر ہوا تھا جب اس کی ممانعت تھی،اس لئے جو کچھ انہوں نے لیا تھا اس کے یہ مالک نہیں بنے تھے،پھر اللہ تعالی نے اس کی اباحت کر دی اور لی ہوئی چیزوں پر ان کی ملکیت کی توثیق کر دی اس لئے بعد میں جس عمل کی اباحت کر دی گئی تھی وہ اس سے مختلف تھا جس کی پہلے ممانعت کی گئی تھی۔اس لئے ایک ہی چیز میں اباحت اور ممانعت دونوں کا وقوع لازم نہیں آیا۔"34

صحابہ کرام قیدیوں کے فدیے لینے پر جو عتاب الٰہی ہوا اس کی وجہ سے ڈر گئے کہ کہیں سارا مال غنیمت ہی حرام نہ ہو تو اللہ تعالی نے تسلی دی کہ نہیں ایسا معاملہ نہیں ہے بلکہ تمھارے لئے فدیہ کے ساتھ ساتھ دیگر مال غنیمت بھی حلال ہے،حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے اس کو بہترین پیرایہ میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔"فدیہ لینے پر جب عتاب نازل ہوا تو مسلمان ڈر گئے اور غنائم بدر سے (جن میں فدیہ اساری بھی شامل تھا) ہاتھ کھینچ لیا۔اور اس کے حلال ہونے میں شبہ ہو گیا اس پر آئندہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کی تسلی فرما دی گئی کہ وہ اللہ کی عطا ہے اس کو خوشی سے کھاؤ مال غنیمت فی حد ذاتہ حلال اور طیب ہے اس کے طریق حصول میں

تم سے لغزش ہوئی وہ معاف کردی گئی اور یہ فدیہ ہم نے تمھارے لیے مباح کردیا پس جو مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے جس میں یہ فدیہ بھی شامل ہے اس کو پاک اور حلال سمجھ کر کھاؤ وہ حلال ہے اور بلاشبہ پاک ہے ہمارے عتاب سے اس میں جو کراہت آئی تھی وہ اب ہماری معافی اور اباحت سے زائل ہوگئی اس آیت میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسلی کردی کہ یہ حرام نہیں بلکہ بلاشبہ حلال ہے لہذا اس کو خدا تعالیٰ کا عطیہ سمجھ کر کھاؤ اور آئندہ کے لیے احتیاط رکھو اور خدا سے ڈرتے رہو اور مال کی حرص اور طمع سے بچتے رہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔"35

خلاصہ: خلاصہ کلام اس پورے مضمون کا تین باتیں ہیں پہلی بات یہ کہ جنگ سے فرار ہونے والی جماعت کے بارے میں علماء مفسرین اور فقہاء کرام کے دو مذاہب ہیں ان میں ابو سعید خدریؓ، حسن بصریؒ، ضحاک، قتادہ وغیرہ کا ہے انہوں نے آیت مذکورہ کو جنگ بدر کے ساتھ مخصوص قرار دیکر بھاگنا جائز قرار دیا جبکہ دوسرا مذہب جمہور فقہاء کرام اور علماء کا ہے جن میں آئمہ اربعہ سر فہرست ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر میدان جہاد میں ثابت قدم رہنا واجب ہے اور مقابلہ کفار سے فرار حرام ہے بجز دو صورتوں کے ایک تو یہ کہ پسپائی سے کافروں کو دھوکہ دینا مقصود ہو تاکہ دشمن غافل ہو جائے پھر پلٹ کر دفعتہ اس پر حملہ کرے ظاہر میں بھاگنا ہو مگر در حقیقت مقصود حیلہ اور داؤ ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ مقصود اصلی بھاگنا نہ ہو بلکہ بے سروسامانی کی وجہ سے اپنی مرکزی جامعت میں پناہ لینا ہو تاکہ ان کے ساتھ مل کر دشمنوں سے جہاد وقتال کرے۔ تو ایسی پسپائی گناہ نہیں۔

دوسری بات یہ کہ بوقت تقسیم مال غنیمت کے کل پانچ حصے کیے جائین گے، ایک حصہ یتامی، مساکین اور مسافروں کا ہوگا، جبکہ باقی چار حصے جنگ میں شریک ہونے والوں پر عدل وانصاف کے ساتھ تقسیم کر دیے جائیں گے، پیدل مجاہد کے لیے ایک حصہ اور گھڑ سوار کے لیے دو حصے، ایک حصہ اس کے لیے اور دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے ہونگیں۔

تیسری اور آخری بات یہ کہ علماء کا بالاتفاق فیصلہ ہے کہ امام المسلمین کا قیدیوں کو قتل کر دینے کا اختیار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے بنی قریظہ کو قتل کرادیا تھا، اسی طرح قیدیوں کو چھوڑ کر بلا معاوضہ دارالحرب میں بھیج دینا، یا تاوان لے کر دارالحرب بھیج دینا، یا مسلمان قیدیوں سے تبادلہ کر لینا، یا ذمی بنا کر دارالاسلام میں آزادی کے ساتھ رکھنا، یہ سب شقیں اِمَّا مَنًّۢا بَعۡدُ وَاِمَّا فِدَآءً کی ہیں اور علماء کا ان مسائل میں اختلاف ہے، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، سفیان ثوری، اسحاق (بن راہویہ) حسن اور عطا کا قول ہے کہ (مفت) چھوڑ دینا، یا فدیہ لے کر رہا کرنا، یا قیدیوں سے تبادلہ کرنا، سب صورتیں جائز ہیں، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، اوزاعی، قتادہ اور ضحاک قائل ہیں کہ مفت احسان رکھ کر چھوڑنا ناجائز ہے۔ مالی معاوضہ لے کر رہا کرنے میں کوئی حرج نہیں

جب کہ مسلمانوں کو مال کی ضرورت ہو۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ کے نزدیک قیدیوں کا تبادلہ بھی ایک روایت کی رو سے ناجائز ہے۔ صاحب قدوری وہدایہ نے یہی قول نقل کیا ہے لیکن قوی ترین روایت یہ ہے کہ تبادلہ جائز ہے۔ صاحبین کا بھی قول یہی ہے۔

حوالہ جات

1. حریری. غلام محمد، تاریخ تفسیر ومفسرین. فیصل آباد: ملک سنز اینڈ پبلشرز. 1999. ص:229
2. السیوطی، جلال الدین، کتاب التحدث بنعمۃ اللہ، قاہرہ: المطبعۃ العربیۃ الحدیثۃ، 1975ء، ص:79
3. اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور: 2006ء ج:11، ص:537
4. غازی. محمود احمد، محاضرات قرآنی. لاہور: الفیصل ناشران وتاجران. 2002 ص:237
5. چشتی. مولوی. عبدالحلیم، فوائد جامعہ بر عجالہ نافعۃ. لاہور: علمی بک ڈپو. سن اشاعت ندارد. ص:212
6. س ی وط ی. جلال الدی ن. عبدالرحمان، مقدمہ الاتقان ف ی علوم القرآن. کوئٹہ، مکتبہ المعروف ی ہ. سن اشاعت، ج:2 ص:183
7. سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمان، مقدمہ الاکلیل فی استنباط التنزیل، درالکتب العلمیہ، بیروت، 1981، ص:5
8. القرآن، سورہ الانفال:15:8
9. سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمان، الاکلیل فی استنباط التنزیل، ص:134
10. بخاری محمد بن اسماعیل، (س ن) الصحیح لامام بخاری، کتاب الحدود، باب رمی المحصنات، قدیمی کتب خانہ، کراچی: ج:2 ص:1003
11. قاضی ثناءاللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ: س ن، ج:4 ص:37
12. ازہری، پیر کرم شاہ، (س ن) ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور: ج:2 ص:132
13. طبری، محمد بن جریر، جامع البیان في تأویل القرآن، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1420ھ-2000م، ج:13 ص436
14. قاضی ثناءاللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج:4 ص:37
15. قاضی ثناءاللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج:4 ص:38
16. القرآن، سورہ الانفال:9:41
17. سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمان، الاکلیل فی استنباط التنزیل، ص:135
18. اصفہانی. امام راغب محمد بن حسین، مفردات القران. میر محمد کتب خانہ، کراچی: س ن، ص:324
19. محمد عمیم الإحسان، التعریفات الفقھیۃ، دار الکتب العلمیۃ، 1424ھ-2003، ج:1 ص:165
20. اصفہانی. امام راغب محمد بن حسین، مفردات القران، ص:324
21. تھانوي، محمد بن علي، موسوعۃ کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، مکتبۃ لبنان، بیروت، 1996م. ج:2 ص:1293
22. محمد عمیم الإحسان، التعریفات الفقھیۃ، ج:1 ص:165

23. طبری، محمد بن جریر، جامع البیان في تاویل القرآن، ج:4ص:243

24. عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی المعروف فوائد القرآن، دار الاشاعت، کراچی:2007، ج:1ص:821

25. امام قدوری، ابو الحسین احمد بن محمد، مختصر القدوری، کراچی: امیر محمد کتب خانہ، س ن، ص:232

26. مرغنانی، علی بن ابی بکر، (س ن)(س ن). الھدایہ. کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، ج:4ص:324

27. امام قدوری، ابو الحسین احمد بن محمد، مختصر القدوری، ص:232

28. القرآن، سورہ الانفال:8:57

29. سیوطی، جلال الدین، عبد الرحمان، الاکلیل فی استنباط التنزیل، ص:136

30. ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، (س ن) جامع الترمذی، قدیمی کتب خانہ، کراچی کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الانفال، ج:2ص:149

31. القرآن، سورہ الانفال:8:67

32. قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج:4ص:41

33. طبری، محمد بن جریر، جامع البیان في تاویل القرآن، ج:4ص:257

34. طبری، محمد بن جریر، جامع البیان في تاویل القرآن، ج:4ص:257

35. کاندھلوی، مولانا محمد ادریس، معارف القرآن، مکتبہ عثمانیہ، لاہور:2002، ج:3ص:141